محمد جعفر پھلواروی

موسیقی کی حِلّت و حُرمت

(۱)

ہم نے ایک مضمون اپریل کے "ثقافت" میں لکھا تھا کہ قرآن میں بھی موسیقی کا ذکر بہ سلسلۂ نعمائے جنت موجود ہے اور اس سے ہم نے یہ نتیجہ بھی نکالا تھا کہ چونکہ جو نعمتیں جنت میں حلال ہیں وہ یہاں بھی حلال ہیں اس لئے اگر بہشتی نعمتوں میں موسیقی بھی ہے تو اسے یہاں بھی حلال ہونا چاہئے۔ ہمیں یہ اندازہ نہ تھا کہ اس مضمون کا اتنا زیادہ اثر لیا جائے گا اور چار چار جرائد اس پر سختی سے نوٹس لیں گے۔ سب سے پہلے "ایشیا" لاہور مورخہ ۵ اپریل ۵۸ء نے میرا پورا مضمون شائع کیا اور اس پر ایک نوٹ لکھا۔ پھر مئی کے ماہنامۂ "الارشاد" کراچی نے ایک نوٹ سپرد قلم فرمایا۔ اور مئی کے ماہنامہ "رحیق" لاہور نے بھی خامہ فرسائی کی۔ اور "صدق جدید" لکھنؤ مورخہ ۲۳ و ۳۰ مئی میں مولانا مجیب اللہ ندوی سلمہ اللہ تعالےٰ کا ایک تنقیدی مراسلہ شائع ہوا۔

مؤخر الذکر ندوی عزیز نے ایک علمی انداز اختیار کیا ہے جس سے مجھے مسرت ہوئی۔ لیکن باقی حضرات نے صرف استہزا و طنز سے دلائل کا کام لینے کی کوشش کی ہے اس لئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کا کیا جواب دوں؟ تنقید کا انداز یہ ہونا چاہئے کہ..... فلاں استدلال غلط ہے اور اس بنا پر غلط ہے۔ فلاں نتیجہ صحیح نہیں نکالا گیا ہے اور اس کی یہ دلیل ہے۔ فلاں حوالہ درست نہیں اور صحیح یوں ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن کسی نے یہ طرز اختیار نہیں کیا۔ ہر ایک کا انداز یہ ہے کہ..... تم نے ناچ گانے کو جائز قرار دے دیا۔ کل فحشا و منکر کو بھی جائز کر دو گے۔ تمہارا ادارہ قائم ہی اس لئے ہوا ہے کہ مغرب زدہ لوگوں کے رجحانات کی تائید میں اباحیت کا دروازہ کھول دے۔ تم بچپنے سے کسی نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہو وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان "پُرزور دلائل" کا تو میرے پاس جواب نہیں اس لئے اندازِ گفتگو میں سب سے پہلے اپنی شکست فاش یا شاندار پسپائی کا اعتراف کئے لیتا ہوں۔

ہاں ان تمام تنقیدات میں ایک چیز مشترک نظر آتی ہے جس نے ایک نئے مبحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ یعنی ان چاروں حضرات نے صاف لفظوں میں یا اشارۃً موسیقی اور آلاتِ موسیقی کو حرام قرار دیا ہے اور حرام ہی فرض کر کے گفتگو کا آغاز فرمایا ہے۔ اس حق تحریم کے غلط استعمال میں ہم ان حضرات کا قصور نہیں سمجھتے کیونکہ بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے شروع ہی سے ایک خاص شکل دے دی گئی ہے اور کسی نے یہ تکلیف گوارا نہ کی کہ ان حقائق کو بھی اجاگر کرے جو تہ بہ تہ دبیز پردوں میں روپوش ہو گئے ہیں۔ عرصۂ دراز سے متقشف قسم کے مولویوں نے

یہ پروپیگنڈا کر رکھا ہے کہ گانا بجانا قطعاً حرام ہے اور الغنا اشد من الزنا۔ لیکن اُنہوں نے کبھی یہ تکلیف گوارا نہ کی کہ آخر اس دعوے کی کوئی دلیل بھی ہے یا یوں ہی کوا کان لے اُڑا ہے۔

ہمیں اس مبحث پر قلم اُٹھانے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ہمارے نزدیک ایک حلال کو حرام قرار دینا بھی اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا بڑا جرم حرام کو حلال بتانا ہے۔ خنزیر کو حلال کہنے والے اور بکری کو حرام بتانے والے میں ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں۔

تحلیل وتحریم کا حق اس لئے کہ حلال یا حرام کا قانون دینے کا حق ہمارے نزدیک خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی سن لیجئے کہ "ایشیا" جس جماعت کا ترجمان ہے اس جماعت کے تمام لٹریچر کی اساس اسی نکتے پر ہے کہ تحلیل و تحریم کا حق خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم .... رسول صلعم کی حیثیت بھی صرف اس قدر ہے کہ:

(الف) صرف خدا کے حرام کردہ کو حرام اور اس کے حلال کردہ کو حلال بتائے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں.... ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم.... میں بعض حرام چیزوں کو تمہارے لئے حرام کرنے آیا ہوں۔ یہ اختیار حضرت مسیح کو خود نہ تھا بلکہ وحی نے جن بعض چیزوں کو پہلے حرام کیا تھا ان کو حضرت مسیح نے اب وحی سے ہی حلال کیا۔

(ب) رسول کسی مصلحت سے کسی چیز کو اپنے اوپر خود حرام کر سکتا ہے لیکن صرف وہیں جہاں خدا کا کوئی واضح قانون موجود نہ ہو.... الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التورٰتہ.... حضرت یعقوبؑ نے داونٹ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ لیکن یہ توریت کے قانون حلال و حرام کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔

واضح قانون حلت موجود ہونے کے بعد رسول اللہ کو بھی یہ اجازت نہیں کہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے۔ حضورؐ نے شہد (یا ماریہ قبطیہؓ) کو اپنے اوپر حرام فرمایا تو خدا کی طرف سے باز پرس ہوئی کہ لم تحرم ما احل اللہ لک .... جسے خدا نے تیرے لئے حلال کیا ہے اسے تو حرام کیوں کرتا ہے؟

(ج) خدائی قانون جہاں خاموش ہو وہاں رسول کو یہ پورا حق پہنچتا ہے کہ وہ خدا کے اصولی قانون کے تحت کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے..... ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث.... رسول ان کے لئے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ طیبات کی حلت اور خبائث کی حرمت خدا کی طرف سے ایک اصولی کلیہ ہے اور خود خدا نے بھی اسی اصول کے مطابق نام لے کر بعض چیزوں کو حلال یا حرام کیا ہے۔ لیکن جہاں قرآن خاموش ہے وہاں رسول اپنی بصیرت سے کسی شے کو خبائث میں داخل کر کے حرام یا طیبات میں شمار کر کے حلال کر سکتا ہے۔ اسے اس کا پورا پورا حق حاصل ہے اور ساری اُمت سے زیادہ وہی اس کا عقدار ہے۔

عارضی اور دائمی حرمت و حلت۔ (۱) رسول کی تحریم وتحلیل عارضی بھی ہوتی ہے۔ مثلاً بنی عبد قیس پر حضورؐ

نے شراب کے بعض برتنوں کا استعمال حرام کیا۔ یہ حکم عارضی تھا اور مصلحت ختم ہونے کے بعد اس کی حلت پھر لوٹ آئی۔ یا زیارت قبور کی حرمت عارضی تھی جو اپنی اصل حلت پر لوٹ آئی۔

(۲) رسول کی یہ تحریم دائمی بھی ہو سکتی ہے مثلاً حضور نے ایک عورت اور اس کی سگی بھانجی کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی ممانعت فرمائی۔ یہ حرمت ابدی ہی سمجھنا چاہیے۔ عارضی اور دائمی تحلیل و تحریم قرائن سے سمجھی جا سکتی ہے۔

(۳) رسول کی بعض تحلیل و تحریم ایسی بھی ہو سکتی ہے جس کے متعلق یہ تشریح واضح نہ ہو کہ یہ ابدی ہے یا دائمی مثلاً ریشم اور سونے کے استعمال کی ممانعت یا بعض اقسام بیع کی حلت و حرمت۔

ان تمام قسموں کے متعلق یہ گنجائش بہرحال موجود رہے گی کہ:

(الف) جس روایت میں کسی چیز کی حلت و حرمت بیان کی گئی ہے وہ ازروئے درایتاً و روایتاً صحیح بھی ہے یا نہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ کسی دور میں اسی روایت کی صحت مشتبہ ثابت ہو اور حکم بدل جائے۔

(ب) یہ امکان بھی ہر وقت موجود ہے کہ ایک روایت بالکل صحیح مان لی جائے لیکن اس کے حلت و حرمت کے حکم کو کسی ایسی مصلحت پر مبنی قرار دیا جائے جو کسی دور میں موجود نہ رہے۔

(ج) یہ امکان بھی بہر نوع موجود ہے کہ ایک صحیح روایت کی حرمت و حلت کو کسی دور میں ابدی مان لیا گیا ہو اور دوسرے دور میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ عارضی حلت و حرمت تھی یا اس کے برعکس ہو۔

میرے ایک محترم دوست نے اس سلسلے میں ایک قابلِ غور نکتہ یہ بھی بیان کیا کہ رسول جب اپنی بصیرت سے عارضی یا دائمی حلت و حرمت کا حکم دے تو اس کا انداز یہ ہوگا کہ خبائث کی حرمت میں شدت پیدا کرے گا اور طیبات کی حلت میں سہولت دے گا۔ اس کا انداز یہ نہیں ہوگا کہ خبائث کا شائبہ رکھنے والی چیز میں تسہیل سے یا طیبات سے قرب رکھنے والی شے میں تشدد سے کام لے۔ یعنی نہ وہ اباحیت کا دروازہ کھولتا ہے نہ تقشف و تشدد پیدا کرتا ہے۔

غرض خدا کی اور رسول کی تحریم و تحلیل میں بڑا فرق ہے۔ خدا کے قانون تحلیل و تحریم میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے کا کسی کو حتیٰ کہ رسول کو بھی اختیار نہیں۔ وہ ابدی، دائمی، غیر متغیر و غیر متبدل ہے۔ لیکن خدا کے عمومی اصول تحریم و تحلیل کی روشنی میں رسول جو تحلیل و تحریم کرتا ہے اس کا ابدی ہونا ضروری نہیں۔ اگر اللہ اور رسول دونوں کی تحریم و تحلیل ابدی ہو تو پھر دونوں میں کچھ فرق نہیں رہتا۔

ایک ضروری آیت

سورۂ توبہ میں ہے ..... ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ..... بعض اہلِ کتاب اس چیز کو حرام نہیں قرار دیتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ تحریم و تحلیل کے اختیار میں اللہ اور اس کا رسول دونوں برابر ہیں۔ اس سے بڑا کوئی اور شرک نہیں ہو سکتا۔ جب عدی بن حاتم نے حضور سے یہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے جاہلیت میں کبھی اپنے احبار و رہبان کو اپنا رب نہیں

بنایا۔ پھر یہ اللہ نے کیا فرمایا ہے کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم (یہ اپنے احبار ورہبان کو اور مسیح بن مریم کو خدا کے مقابلے میں رب بناتے ہیں) تو حضور نے جواب دیا کہ ان احبار و رہبان کے حلال کردہ کو حلال اور ان کے حرام کردہ کو حرام تسلیم کر لینا ہی ان کو رب بنانا ہے۔ اس حدیث کا مطلب ہی یہ ہے کہ تحریم و تحلیل صرف خدا کا حق ہے۔ رسول اسی تحلیل و تحریم کو پیش کرتا ہے اور اپنی بصیرت و اجتہاد سے صرف ان ہی چیزوں کو حلال یا حرام کرتا ہے جن کے متعلق وحی خاموش ہو اور وہ اس کی نگاہ میں وحی کے دئے ہوئے کسی اصول یا کلئے کے اندر آتی ہوں۔ یا وقتی طور پر کوئی مصلحت یا حکمت اس کا تقاضا کرتی ہو۔ آیت بالا میں حضرت مسیح بن مریم کا بھی ذکر ہے یعنی تحلیل و تحریم کے معاملے میں وہ بھی خدا کے سامنے بے بس ہیں۔ اس لئے آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم (میں بعض ان چیزوں کو تمہارے لئے حلال کرنے آیا ہوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں) تو اس کا قطعاً مطلب نہیں کہ خدا کی حرام کردہ شے کو حضرت مسیح نے اپنی طرف سے حلال کر دیا تھا۔ بلکہ گزشتہ شریعت میں جو بعض چیزیں حرام تھیں ان کو خدا ہی کے حکم سے حضرت مسیح نے حلال کیا تھا نہ کہ اپنی طرف سے۔ کسی پیغمبر کو اس کا اختیار حاصل نہیں اور کسی پیغمبر کے لئے اس کا حق تسلیم کرنا اسے رب بنانے کے مترادف ہے اور یہ شرک ہے۔

حلال وطیّب

یہاں آگے چلنے سے پہلے چند ضروری نکتے پیش نظر رکھنے چاہئیں :

(۱) قرآن نے جن چیزوں کو جائز کیا ان کے لئے "حلال طیب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ حلال تو وہ چیز ہے جو قانوناً حلال ہو۔ لیکن ہر حلال کا استعمال ضروری نہیں اور نہ یہ ممکن ہے ہر شخص ہر حلال کو ضرور استعمال کرے۔ استعمال وہی حلال چیز کی جاتی ہے جو اپنے آپ کو اچھی لگے، اسی کو طیب کہتے ہیں۔ مرغی کا انڈا حلال ہے، لیکن بعض لوگوں کو پسند نہیں یا پسند تو ہوتا ہے لیکن نقصان کرتا ہے اس لئے وہ پرہیز کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اسے حلال نہ سمجھے تو وہ مجرم ہو گا لیکن اگر طیب نہ سمجھے تو یہ کوئی شرعی جرم نہیں۔

(۲) دوسری چیز یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حرام و حلال کا تعلق صرف کھانے پینے کی چیزوں سے نہیں۔ افکار گفتار اور کردار سب ہی اس سے متعلق ہیں۔ قرآن میں ہے احل لکم لیلۃ الصیام الرفث۔ (رمضان کی راتوں میں تمہارے لئے "رفث" حلال ہے) ظاہر ہے کہ رفث کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں۔ اس کا تعلق گفتار و کردار سے ہے۔

(۳) اُمت کا اگر اجماع نہیں تو غالب ترین اکثریت اس چیز کی قائل رہی ہے کہ کسی چیز کی حلت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی حلت کا صاف لفظوں میں ذکر ہو۔ بلکہ بفحوائے اصل الاشیاء اباحۃ کسی چیز کی حلت کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ اس کی حرمت پر کوئی نص نہ ہو۔

(۴) جب معاملہ تحریم و تحلیل کا پیش آئے تو سب سے پہلے قرآن کو دیکھنا چاہئے کیونکہ اصل میں نص وہی

ہے۔ باقی رہیں احادیث یعنی رسول کی طرف سے تحریم و تحلیل تو ہم اس کی حدود کا اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

فقہ میں حرام

اب ذرا ایک نظر اس پر بھی ڈال لیجئے کہ حرام کسے کہتے ہیں؟ اس سے آپ بڑی آسانی کے ساتھ فیصلہ کر سکیں گے کہ موسیقی و غنا بلکہ آلاتِ غنا بھی حرام ہیں یا حلال۔ علامہ ابن عابدین شامی ردّ المحتار ج ۱ صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں:

ان الادلة السمعیة اربعة: الاول قطعی الثبوت والدلالة کنصوص القرآن المفسرة والمحکمة والسنة المتواترة التی مفهومها قطعی۔ الثانی قطعی الثبوت وظنی الدلالة کالآیات المؤولة۔ الثالث عکسه کاخبار الاحاد التی مفهومها قطعی۔ الرابع ظنیهما کالاخبار الاحاد التی مفهومها ظنی ــــ فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث الواجب وکراهة التحریم وبالرابع السنة والمستحب۔

ادلۂ سمعیہ چار ہیں۔ پہلی وہ دلیل (یا ماخذ) ہے جو ثبوت اور دلالت دونوں میں قطعی ہے جیسے قرآن کی مفسّر یا محکم نصوص اور وہ متواتر سنت جو اپنے مفہوم میں قطعی ہیں۔ دوسری وہ دلیل جو ثبوت میں قطعی ہے لیکن دلالت میں ظنّی ہے مثلاً مؤوّل آیات۔ تیسری دلیل اس (دوسری) کے برعکس ہے جیسے وہ آحاد روایات جن کا صرف مفہوم قطعی ہے (اور ثبوت ظنی ہے) اور چوتھی وہ دلیل ہے جو ثبوت اور مفہوم دونوں لحاظ سے ظنّی ہے۔ پہلی قسم کی دلیل سے فرض اور (اس کے مقابلے میں) حرام ثابت ہوتا ہے۔ دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور (اس کے مقابلے میں) کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور چوتھی سے سنت اور مستحب۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی چیز کے فرض یا حرام ہونے کے لئے صریح نص کی ضرورت ہے۔ نص بھی ایسی جو مفسّر ہو یعنی اس میں کسی مجاز یا تاویل کا کوئی احتمال نہ ہو یا محکم ہو جس میں نسخ و تبدیل کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ پھر اس نص کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ثبوت میں اتنی قطعی ہو کہ ظن کا کوئی شائبہ موجود نہ ہو اور وہ صرف دو ہی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ قرآن یا متواتر حدیث۔ یہ بھی معلوم ہے کہ متواتر حدیثوں کی تعداد اتنی ہے کہ صرف ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گن لیجئے۔ (واضح رہے کہ شامی نے صرف احناف کی ترجمانی کی ہے۔ دوسرے مذاہب اس سے ذرا مختلف ہیں)

خدارا انصاف

اب ذرا ان لوگوں سے جو موسیقی کو حرام بلکہ اس سے بھی آگے حرام مطلق قرار دیتے ہیں دریافت کیجئے کہ موسیقی کی حرمت کے متعلق قرآن کی کوئی نص موجود ہے؟ اگر ہے تو پیش کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کے جواب میں قیامت تک وہ کوئی آیت نہ پیش کر سکیں گے۔

اس کے بعد پوچھئے کہ کوئی متواتر حدیث اس کی حرمت موجود ہے؟ اس کا جواب تو وہ قیامت کے بعد بھی نہ لا سکیں گے۔

پھر سوال یہ ہے کہ بے کار ادھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ یا تو موسیقی کی حرمت پر کوئی نص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ پیش کریں یا اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے — اور یقیناً نہیں کر سکیں گے — تو چھٹکارے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ علی الاعلان فتوائے تحریم سے توبہ کریں۔

تنزّل اب لازماً حرام کہنے والوں کو اپنی سطح سے نیچے اُتر کر بات کرنی پڑے گی اور یہ معذرت پیش کرنی ہوگی کہ بعض اوقات مکروہ تحریمی کو بھی حرام کہہ دیا کرتے ہیں۔ چلئے ہم تھوڑی دیر کے لئے اس عذر کو تحریم کا نشہ اُترنے کے بعد قبول کر لیتے ہیں۔

اب یہ مکروہ تحریمی کیسے ثابت ہوگا تو اوپر کی عبارت سے واضح ہے کہ یہ کراہت تحریمی دو طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ یا تو وہ قطعی الثبوت مگر ظنّی الدلالہ ہو جیسے مؤوّل آیات یا اس کے برعکس ہو یعنی ظنّی الثبوت مگر قطعی الدلالہ ہو جیسے وہ اخبار احاد جس کا مفہوم قطعی ہے اور ثبوت ظنّی۔ یہ مکروہ تحریمی واجب کے مقابلے میں ہوتا ہے

آیات قرآنی تو بہر حال قطعی ہیں لیکن بعض لفظ مؤوّل ہوتے ہیں جس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے کئی معانی ہوتے ہیں اور مجتہد ان میں سے کسی ایک معنی کی تعیین ظنِ غالب سے کر لیتا ہے۔ اس مجتہد کے مقلدین کے لئے اس پر عمل ضروری ہوتا ہے لیکن یہ احتمال ہر وقت رہتا ہے کہ شاید یہ غلط ہو اور صحیح وہ تاویل ہو جو دوسرا مجتہد کر رہا ہے۔ یعنی یہ واجب العمل ہونے کے باوجود ظنّی ہوتا ہے اور اعتقادی یا علمی لحاظ سے غیر قطعی ہوتا ہے لہٰذا اس کے منکر کی تکفیر درست نہیں ہوگی۔ ملا جیون کی نور الانوار میں یہ ساری بحثیں ملیں گی۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کی کوئی مؤوّل آیت بھی قرآن میں نہیں جس سے موسیقی و غنا کی کراہت تحریمی ثابت ہو۔

اب رہے اخبار احاد تو بسم اللہ آئیے۔ فیصلہ یہیں آسانی سے ہو جائے گا۔ وہ اس طرح کہ آپ کراہت موسیقی و غنا کے متعلق وہ تمام روایتیں پیش فرمائیں جو قطعی الدلالہ ہوں اور ہم اس کے جواب میں وہ تمام روائتیں پیش کرتے ہیں جن سے نہ فقط جواز بلکہ اس کا سنت اور مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن آپ حضرات خواہ مخواہ یہ تکلیف کیوں گوارا فرمائیں۔ آپ جتنی روایات بھی غنا کی کراہت تحریمی کے بارے میں پیش کریں گے ان میں سے ہر روایت ہمارے پیش نظر ہے۔ آپ کا وقت بچانے کے لئے ہم صرف ان لوگوں کی آراء پیش کئے دیتے ہیں جنہوں نے روایات کی تحقیق میں اپنی عمریں کھپا دی ہیں اور یقیناً آپ جیسے علما اور ہم جیسے بے علم ان کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

آپ کو یہ سن کر شاید افسوس ہوگا کہ امام شوکانی نے ایک خاص رسالہ اسی موضوع پر لکھا ہے۔ مضمون اس کتاب کے نام ہی سے واضح ہے۔ اس کا نام ہے "ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع" اس میں وہ ابن حزم کی رائے یوں لکھتے ہیں:

...قال بن حزم انہ لا یصح فی الباب حدیث ابداً و کل ما فیہ فموضوع۔

اور ابنِ حزم کہتے ہیں کہ حرمت غنا کے متعلق تو ایک بھی صحیح حدیث قطعاً موجود نہیں۔ اس بارے میں جو کچھ بھی ہے سب موضوع ہے۔

ذرا اسی کتاب کا صفحہ ۴۰-۴۱ بھی ملاحظہ فرمائیے جس میں لکھتے ہیں:

والاحادیث المرویة من ھذا الجنس فی ھذا الباب فی غایة الکثرة وقد جمع العلماء مصنفات کابن حزم وابن طاھر وابن ابی الدنیا وابن حمدان اربلی والذھبی وغیرھم واکثر الاحادیث فی النھی عن الآلات الملاھی۔ وقد اجاب المجوزون للغناء عن ھذہ الاحادیث فقال الادفوی فی الامتاع: وضعّف ھذہ الاحادیث الواردة فی ھذا الباب جماعة من الظاھریة والمالکیة والحنابلة والشافعیة ولم تحتج بھا الائمة الاربعة ولا داؤد ولا سفیان وھم رؤوس المجتھدین واصحاب المذاھب المتبعة۔ وقد ذکر ابوبکر بن العربی فی کتاب احکام الاحادیث فی ذلک وضعّفھا وقال لم یصح فی التحریم شئ یعنی من جمیع الاحادیث الواردة فی تحریم الغناء والآلات اللھویة۔ وھکذا قال ابن طاھر انه لم یصح فیھا حرف واحد۔ وقال علاء الدین القونوی فی شرح التعرف: قال ابو محمد بن حزم لا یصحّ فی ھذا الباب شئ۔ ولو ورد لکنّا اول قائل به وکل ما ورد فیه فموضوع ثم حلف علی ذالک....

حرمت سماع و مزامیر کے متعلق بے شمار روایات مروی ہیں جن کو بعض علماء مثلاً ابنِ حزم، ابن طاہر، ابن ابی الدنیا، ابن حمدان اربلی اور ذہبی وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں یکجا کیا ہے۔ ان میں زیادہ تر وہ احادیث ہیں جو آلاتِ لہو کی ممانعت سے متعلق ہیں۔ ان ساری احادیث کا جواب ان علماء نے دیا ہے جو غنا کو جائز بتاتے ہیں۔ چنانچہ کمال الدین ادفوی اپنی الامتاع میں کہتے ہیں کہ: ظاہریہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ ہر ایک میں سے ایک جماعت نے ان تمام احادیث کو ضعیف بتایا ہے جو حرمتِ غنا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان احادیث کو نہ ائمہ اربعہ نے حجت مانا ہے نہ داؤد ظاہری نے اور نہ سفیان ثوری نے، حالانکہ یہ سب سرخیل مجتہدین ہیں اور ان کے مذاہب کے بے شمار پیرو موجود ہیں۔ ابوبکر بن العربی نے بھی اپنی کتاب احکام الاحادیث میں ان احادیث کا ذکر کر کے ان کو ضعیف بتایا ہے۔ ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ غنا اور آلاتِ لہو (مزامیر) کی حرمت کے متعلق جتنی بھی حدیثیں آئی ہیں ان میں سے ایک بھی تو صحیح نہیں۔ اور ابنِ طاہر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ایسی احادیث کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔ علاؤ الدین قونوی اپنی شرح تعرف میں ابنِ حزم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔ اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو سب سے پہلے اسے ہم مانتے۔ لیکن صورتِ حالات یہ ہے کہ اس بارے میں جتنی احادیث موجود ہیں وہ

وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ پھر ابنِ حزم نے اس بات پر قسم بھی کھائی۔

آپ نے ملاحظہ فرما لیا نا؟ اس میں ان روایات تحریم کے متعلق فقط شوکانی یا ابنِ حزم ہی کی رائے نہیں بلکہ داؤد ظاہری، سفیان ثوری، ابوبکر ابن العربی، ابن طاہر، علاؤالدین قونوی وغیرہم کے علاوہ بے شمار ظاہریہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کی رائیں بھی معلوم ہو گئیں۔

ذرا اور نیچے اتریئے۔ نواب سید صدیق خاں علامہ ابوالقاسم اور علامہ فاکہانی کی رائے بھی سنئے۔ اپنی کتاب دلیل الطالب علی ارجح المطالب میں فرماتے ہیں:

ومفتی مغرب علامہ ابوالقاسم عیسٰی بن ناجی السنوخی المالکی در شرح رسالہ ابی زید گفتہ: قال الفاکہانی لم اعلم فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسولہ حدیثا صحیحا صریحا فی تحریم الملاھی وانما ھی ظواھر وعمومات یتأنس بھا لا ادلۃ قطعیۃ۔

مغرب کے مفتی علامہ ابوالقاسم عیسٰی بن ناجی سنوخی مالکی ابوزید کے رسالے کی شرح میں (فاکہانی کا قول) یوں نقل کرتے ہیں کہ: فاکہانی کہتے ہیں کہ مجھے "ملاہی" (گانے بجانے) کی حرمت کے متعلق نہ تو قرآن میں کوئی نص ملی، نہ سنتِ رسول میں کوئی صحیح وصریح حدیث نظر آئی.....

ذرا سید جمال الدین محدث حنفی (تلمیذ امام جزری) اپنے رسالہ جواز سماع قلمی میں جو رائے دیتے ہیں وہ بھی سن لیجئے:

واما الاخبار التی تمسک بھا بعض الفقہاء مثل "استماع الملاھی حرام والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر" ومثل "ما من رجل یسمع الملاھی الا بعث علی منکبیہ[1] الخ" وغیرھما قال النووی: لا یصح فی باب حرمۃ الغناء شیء منھا۔ والامام السخاوی ذکر فی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث المشھورۃ علی الالسنۃ: ما تمسک بہ فی باب حرمۃ الغناء بعض الفقہاء لا یصح ولا یوجد لھا اصل۔ وذکر الشیخ بن حجر العسقلانی: ما تمسک بہ بعض المتاخرین فی حرمۃ الغناء غیر مثبت لا اصل لہ اذ لو صح فی بابہ حدیث لتمسک بہ المجتھدون ولم یثبت فی باب حرمۃ الغناء من الاحادیث صحاحھا وحسانھا وضعافھا والذی تمسکوا بھا غیر مثبت او موضوعۃ لا یتمسک بھا فی الاحکام۔ ولم یتمسک بھا ابوحنیفۃ والشافعی ولا مالک ولا احمد بن حنبل ولا غیرھم من اصحاب المذاھب المتبوعۃ

---

[1] ایسی ہی ایک روایت ہے کہ لعن اللہ المغنی والمغنی لہ گانے اور گوانے والے دونوں پر خدا کی پھٹکار ہے۔ امام سخاوی المقاصد الحسنۃ ص۵۳ میں اس روایت کے متعلق نووی کی رائے لکھتے ہیں کہ: قال النووی انہ لا یصح یعنی یہ روایت صحیح نہیں۔

وانما یوجد تلک الاحادیث فی کلام من تأخر من اتباع ائمۃ المذاھب واتباع اتباعھم من الذین لا یعتمد علیھم فی معرفۃ الصحۃ والسقم بل قال ابن العربی رحمہا اللہ بعد ما اورد تلک الاحادیث: انہ لم یصح فی التحریم شیٔ والتی تمسک بھا الفقہاء کلھا موضوعۃ وکذا قال ابن طاھر بل قال بعض الشافعیۃ: حدیث التحریم لا یوجد الا فی کتاب المنکرین۔ (انتھیٰ مختصراً)

چند احادیث ایسی ہیں جن سے فقہاء حرمت سماع کی دلیل لاتے ہیں، مثلاً "استماع الملاھی الخ یعنی گانا، باجا سننا حرام ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے" یا مثلاً ما من رجل الخ وغیرہ تو ان کے متعلق نووی لکھتے ہیں کہ حرمتِ غنا کے متعلق اس قسم کی کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔ امام سخاوی نے بھی اپنی مقاصد حسنہ میں ان احادیث کے متعلق جو زبان زدِ عوام ہیں فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء نے حرمتِ غنا کی جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ ان کی کوئی اصلیت ہی نہیں۔ اور ابنِ حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حرمتِ غنا کے متعلق جن احادیث سے بعض متاخرین استدلال کرتے ہیں وہ نہ ثابت ہیں اور نہ ان کی کوئی اصل ہے، کیونکہ اگر ایسی کوئی حدیث بھی صحیح ہوتی تو مجتہدین کرام بھی اس کو دلیل قرار دیتے۔ صحیح، حسن تو کیا ضعیف حدیثیں بھی ایسی نہیں جن سے حرمت غنا ثابت ہو۔ جن حدیثوں سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں وہ ثابت نہیں، وہ سب موضوع ہیں جن سے احکام میں دلیل نہیں لائی جا سکتی۔ ایسی حدیثوں کو نہ ابو حنیفہ نے لیا نہ شافعی نے، نہ مالک نے قبول کیا نہ احمد بن حنبل نے۔ بلکہ جن دوسرے مذاہب کی پیروی ہوتی ہے ان کے ائمہ نے بھی ایسی روایتوں سے تمسک نہیں کیا۔ ایسی حدیثیں صرف ان لوگوں کے ہاں پائی جاتی ہیں جو ائمہ مذاہب سے بہت متاخر ہیں بلکہ ان کے پیروؤں کے بھی پیرو ہیں اور ان پر احادیث کے صحت وسقم کے بارے میں کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ ابوبکر ابن العربیؒ ایسی تمام احادیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ تحریم غنا کے بارے میں کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے اور جن احادیث سے فقہاء تمسک کرتے ہیں وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ ابنِ طاہر بھی ایسا ہی فرماتے ہیں، بلکہ بعض شافعیہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حرمتِ غنا کی حدیثیں صرف منکرین ہی کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

کچھ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبان سے بھی سنئے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۶۹ میں فرماتے ہیں:

کلام دریں مقام دراز است در محل ہائے دیگر ہم بطریق فقہاء محدثین وہم بر طریق مشائخ طریقت سخن کردہ ایم۔ محدثین میگویند ہیچ حدیثے در تحریم غنا صحیح نشدہ است و مشائخ میگویند آنچہ در مقام نہی واقع شدہ

مراد بداں مقرون بلہو و لعب ست و فقہاء دریں باب تشدید بلیغ دارند۔ واللہ اعلم

(ترجمہ) اس جگہ گفتگو بڑی لمبی ہے جو ہم دوسرے مقامات پر کر چکے ہیں یعنی فقہاء اور محدثین کے نقطۂ نگاہ سے بھی اور مشائخ طریقت کے زاویہ نظر سے بھی۔ محدثین تو کہتے ہیں کہ حرمتِ غنا کے متعلق ایک صحیح حدیث بھی موجود نہیں۔ اور مشائخ کہتے ہیں کہ جہاں اس کی ممانعت آئی بھی ہے تو اس سے مراد وہی غنا ہے جو لہو ولعب سے وابستہ ہو۔ فقہاء نے اس مسئلے میں سخت تشدد سے کام لیا ہے۔

پھر مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۲۴۵ میں فرماتے ہیں:

و بالجملہ دریں جا سہ طریقہ است۔ یکے مذہب فقہاء است و ایشاں انکار می کنند اشدّ انکار، و سلوک می کنند مسلک تعصّب و عناد، و الحاق می کنند فعل آں را بذنوب و کبائر، و اعتقاد آں را بکفر و زندقہ و الحاد و ایں افراط است و خروج ست از طریقۂ اعتدال و انصاف ......

دوم طریقۂ محدثین ست و ایشاں می گویند کہ ثابت نشدہ در تحریم آں حدیثِ صحیح و نصِ صریح، بلکہ ہر چہ وارد شدہ دریں باب از احادیث یا موضوع ست یا مطعون ......

سوم طریقۂ سادہ صوفیہ و مذہب ایشاں دریں باب مختلف و افعال منجذب آمدہ ....

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں تین مسلک ہیں۔ ایک تو فقہاء کا مسلک ہے جو (سماع غنا و مزامیر کے) سخت منکر ہیں اور اس بارے میں تعصب اور عناد کا انداز رکھتے ہیں۔ بلکہ اس فعل کو کبیرہ گناہ اور اس کے جواز کے عقیدے کو کفر، زندقہ اور الحاد سمجھتے ہیں۔ فقہاء کا یہ طرزِ عمل زیادتی ہے اور اعتدال و انصاف کے مسلک سے باہر ہے ....

دوسرا مسلک محدثین کا ہے جو کہتے ہیں کہ تحریم غنا کے متعلق کوئی صحیح حدیث یا صریح نص موجود نہیں اور جو کچھ ہے بھی وہ یا موضوع ہے یا ضعیف ......

تیسرا مسلک صوفیۂ کرام کا ہے۔ ان کا مسلک اس بارے میں مختلف ہے اور عمل بھی باہم متخالف ...

ان ہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مسئلہ سماع پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام ہے "قرع الاسماع فی بیان احوال القوم و اقوالھم فی السماع" یہ کتاب فرنگی محل لکھنؤ اور نیز کاکوری کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ اس کا ملخص خانقاہ سلیمانیہ (پھلواری شریف) کے کتب خانے میں بھی ہے اس میں وہ حرمتِ غنا کی تمام روایتوں کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

و ما ناکہ مراد ازیں اخبار و آثار و امثال آں غنائے خواہد بود کہ فعل و استماع آں بطریق لہو و لعب و داعیۂ نفسانیت و شہوت حرام و بر وجہ بطالت باشد تطبیقاً بین الدلائل و حفظاً للطرفین و محدثین

رادر احادیث مذکورہ دریں باب سخن ہم ست، وایشاں می گویند کہ ہیچ حدیثے صحیح دریں باب وارد نہ شدہ ست۔ واعتماد دریں باب بر قولِ ایشاں ست۔

ایسی تمام احادیث و آثار اور روایتوں سے مراد اسی غناء کی حرمت ہوگی جس کا گانا یا سننا لہو ولعب کے طریقے پر انسان کو نفسانیت اور خواہشِ حرام کی طرف لے جائے۔ دونوں طرف کے دلائل کا احترام کرتے ہوئے یہی تطبیق ہو سکتی ہے اور محدثین کو ان احادیث کی صحت ہی میں کلام ہے جو حرمتِ غنا کے بارے میں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد ہی نہیں ہوئی ہے۔ اور اس باب میں ان کا یہی قول معتبر ہے۔

کچھ امام غزالی کی زبانی بھی سن کر قصے کو ختم کیجئے:

اعلم ان قول القائل السماع حرام معناہ ان اللہ یعاقب علیہ وھذا امر لا یعرف بمجرد العقل بل بالسمع ومعرفۃ الشرعیات محصورۃ فی النص والقیاس علی المنصوص واعنی بالنص ما اظہرہ صلعم بقولہ او فعلہ وبالقیاس المعنی المفہوم من الفاظہ وافعالہ۔ وان لم یکن فیہ نص ولم یستقم فیہ قیاس علی منصوص بطل القول بتحریم وبقی فعلا لا حرج فیہ کسائر المباحات۔ ولا یدل علی تحریم السماع نص ولا قیاس (انتہی ملخصاً) احیاء العلوم

واضح رہے کہ سماع کو حرام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر معاقبہ فرمائے گا۔ لیکن یہ فتوے محض عقل سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کا تعلق سمع (نقل) سے ہے۔ شرعی احکام یا تو منصوص ہوتے ہیں یا نص پر قیاس ہوتا ہے۔ نص سے مراد وہ چیز ہے جسے حضور صلعم کا قول یا فعل واضح کردے اور قیاس کا مطلب وہ شے ہے جو حضور صلعم کے فعل یا قول سے مفہوم ہوتا ہو۔ بس اگر سماع کے متعلق نہ کوئی نص ہوا اور نہ کسی نص پر کوئی صحیح قیاس ہو تو سماع کے حرام ہونے کا دعوے ہی باطل ہو جاتا ہے۔ وہ اس صورت میں دوسرے مباحات کی طرح ایک ایسا مباح رہ جاتا ہے جس میں کوئی مضائقہ نہ ہو اور سماع کے حرام ہونے پر نہ تو کوئی نص موجود ہے اور نہ کوئی قیاس۔

ان چند اقتباسات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تحریم غنا کی جتنی روائتیں ہیں خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں سب کی سب مہمل، لغو، موضوع یا کم سے کم غایت درجے ضعیف ہیں۔ کم از کم محدثین کا تو اس پر اجماع ہے۔ رہے فقہاء تو یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ لکل فن رجال۔ فقہاء کا یہ میدان ہی نہیں اور نہ ان کی نقل کردہ احادیث پر کبھی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ہاں رطب و یابس سب چلتے ہیں۔ یہ ناخوشگوار بحث ہم از خود یہاں نہیں چھیڑنا چاہتے۔ جسے شوق ہو وہ چھیڑے۔ ان شاء اللہ ہم خود تمام مذاہب کے اجلۂ فقہاء کا مسلک بھی عرض کر دیں گے۔ نمونے کے طور پر ہم نے ایسی چند احادیث

پر اپنی کتاب "اسلام اور موسیقی" میں بحث کی ہے۔ اسے دیکھ لیجئے۔ پھر ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

تعجب "ایشیا" کے نوٹ نگار یا "صدق جدید" کے مراسلہ نگار پر نہیں۔ تعجب "الارشاد" اور "رحیق" کے کارکنوں پر ہے جو اہل حدیث فرقے کی نمایندگی کے دعویدار ہیں مگر اس مسئلے میں محدثین کے مسلک سے ایسے ہی بے خبر ہیں جیسے فن موسیقی سے یا مولانا شاہ عین الحق رح پھلواروی کی زندگی سے۔

تذکرہ آگیا ہے حضرت شاہ عین الحق رح کا، تو ذرا "صدق جدید" کے مراسلہ نگار اور "الارشاد" کے مرشد مدیر کے معلومات و کمالات کا بھی جائزہ لے لیجئے۔ ان حضرات نے کبھی حضرت موصوف کی صورت بھی نہیں دیکھی ہے۔ دونوں حضرات سنی سنائی بے سند روایت پر اسی طرح ایمان لائے ہوئے ہیں جس طرح حرمتِ غنا کی موضوع روایات پر۔ میں حضرت موصوف رح کا سب سے چھوٹا حقیقی بھانجا ہی نہیں بلکہ ان کی گودوں میں پلا ہوں۔ وہ جب بھی پھلواری آتے تھے تو میرے ہی ہاں ٹھہرتے تھے۔ کبھی کسی اور جگہ نہیں ٹھہرے۔ ان کی والدہ (میری نانی) بھی ساری عمر میرے ہی ہاں مقیم رہیں اور میرے ہی ہاں رحلت فرمائی۔ اس وقت میں چار سال کا تھا۔ حضرت شاہ صاحب زیادہ تر حکیم آباد گھگھٹہ میں رہتے تھے وہیں ان کا مکان تھا اور اب تک ہے۔ میں وہاں بھی بیسیوں بار گیا ہوں اور زیادہ تر انہی کے پاس وقت گزارتا رہا ہوں۔ ان کی رحلت لکھنؤ میں پالکی گاڑی کے اندر ہوئی اور حکیم آباد میں ان کی لاش لائی گئی جہاں ایک انبوہ کثیر کے ساتھ ان کی ابدی جدائی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے اور نماز جنازہ ادا کرکے سپرد خاک کرنے کے لئے میں بھی پہلے سے موجود تھا۔ ان کی قدمبوسی کے لئے کئی بار آرہ (شاہ آباد) بھی گیا ہوں جہاں وہ عرصۂ دراز تک بسلسلۂ علاج رہے ہیں۔ اور آج اس روئے زمین پر شاید تنہا میں ہی وہ بدقسمت ہوں جس کے پاس حضرت ممدوح کا عکسی فوٹو موجود ہے۔[۱]

---

۱ مجھے ڈر ہے کہ الارشاد کہیں اس کے وجود سے بھی اسی طرح انکار نہ کردے جس طرح حضرت ممدوح کے گراموفون سننے سے انکار کردیا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو ان شاء اللہ خاتم المحدثین نواب صدیق حسن خان کی قد آدم قلمی تصویر بھی دکھادوں گا جو عکسی فوٹو نہیں بلکہ باقاعدہ گھنٹوں بیٹھ کر اُتروائی ہے۔ الارشاد کو شاید یہ سُن کر بھی تعجب یا افسوس ہوگا کہ جس طرح میرا خونی تعلق حضرت شاہ عین الحق سے ہے اسیطرح میرا صہری تعلق نواب صاحبؒ سے ہے یعنی میری خوشدامن مرحومہ نواب صاحب کی حقیقی نواسی ہیں جو نواب صاحب کی گودوں میں کھیلی ہیں۔ ابھی کوئی ڈیڑھ سال ہوئے کراچی میں ان کا انتقال ہوا ہے جنکے بعد نواب صاحبؒ کو دیکھنے والا اب دنیا میں کوئی موجود نہیں۔ ان کے ذریعے نواب صاحبؒ کی بہت سی ایسی معلومات حاصل ہوئیں جو کسی کتاب میں نہ ملیں گی۔ الاعتصام کے پُرانے پرچوں میں میرے یہ مضمون شائع ہوچکے ہیں۔

اس تمام لحوق و لزوق لقاء اور صحبت کے باوجود "صدقِ جدید" کے مراسلہ نگار اور مدیر الارشاد کی جسارت دیکھئے کہ میری اس متصل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ روایت کے مقابلے میں کس کی روایت لائے ہیں؟ مولانا مجیب اللہ ندوی تو حضرت موصوفؒ کے نواسے کو پیش کرتے ہیں وہ بھی غالباً چھوٹے نواسے کو۔ اور حال یہ ہے کہ ان کا سب سے بڑا نواسہ بھی ان کی وفات کے بعد پیدا ہؤا ہے۔ مولانا مجیب اللہ کی ملاقات تو ان کے صرف ایک دو نواسوں سے ہوگی اور شاید کبھی گراموفون کے مسئلے پر گفتگو بھی نہ ہوئی ہوگی اور میں نے ممدوحؒ کے تمام نواسوں اور نواسیوں کو اپنی گود میں کھلایا ہے۔ اس مرسل و منقطع روایت کو مولانا مجیب اللہ ندوی میری ایک متصل روایت پر ترجیح دے رہے ہیں۔ شاید اس لئے کہ میری عدالت مسلّم نہیں۔ اگر وہ حلّت غناء و مزامیر کی صحیح روایتوں پر حرمتِ غناء و مزامیر کی موضوع روایات کو ترجیح دیں تو اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

جناب مدیر الارشاد نے تو ایک اور کمال کیا ہے۔ میری اس متصل روایت کو کسی ضعیف روایت سے نہیں بلکہ محض اپنے وہم و قیاس سے مردود قرار دیا ہے۔ آپ نے دیکھا؛ یہ ہیں وہ حضرات جو امام اعظم ابو حنیفہ پر قیّاس ہونے کا اور ترکِ حدیث کا فتوے لگاتے ہیں۔ اور ذرا قیاس بھی ملاحظہ فرمائیے، کتنا دلچسپ واقع ہؤا ہے۔ فرماتے ہیں کہ: حضرت شاہ عین الحق، حضرت میاں صاحب کے شاگرد رشید تھے۔ بھلا وہ گراموفون سُن سکتے تھے؟ دنیا کا کوئی اہلِ حدیث گراموفون کو جائز نہیں سمجھتا ـــ اللہ اکبر کبیراً۔ شخصیت پرستی اور فرقے پرستی کی یہ ایسی انتہا ہے۔ جو ایک مشرک نما انسان ہی کے حصّے میں آسکتی ہے۔ بحث تو اس پر ہونی چاہیئے کہ گراموفون سننا حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز۔ اور اس کی کیا دلیل ہے۔ مگر یہاں اولاً تو پہلے ہی فرض کر لیا گیا کہ گراموفون سُننا حرام ہے اور ہوائی بنیاد پر جو قلعہ تعمیر کیا گیا، وہ یہ ہے کہ میاں صاحبؒ کے شاگرد سے ایسا فعل سرزد ہی نہیں ہوسکتا۔ العیاذ باللہ۔ یعنی رسول اللہؐ کے شاگردوں سے خطائیں اور معصیتیں ہوسکتی ہیں۔ ان پر حدود و تعزیرات جاری ہوسکتی ہیں لیکن میاں صاحب کے شاگرد انبیاء کی طرح معصوم ہوتے ہیں لہٰذا ان سے یہ گناہ (اگر واقعی یہ گناہ ہو) کبھی سرزد ہی نہیں ہوسکتا۔ مدیر الارشاد کو سخت افسوس ہوگا اگر میں ان کو یہ بھی بتادوں کہ حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی (حضرت موصوفؒ کے بہنوئی) بھی حضرت میاں صاحب کے شاگرد تھے اور ساری عمر قوالی سنتے رہے۔

صحیح زاویۂ نظر (ATTITVDE) وہ ہے جو خود مولانا عبدالماجد دریابادی نے اختیار کیا ہے کہ اگر کسی بزرگ کے متعلق ایسی کوئی اطلاع ملے تو اس کی توجیہ کرنی چاہیئے اور اگر توجیہ سمجھ میں نہ آئے تو اس کو بشری لغزش پر محمول کرنا چاہیئے۔ ـــ یہی زاویۂ نگاہ الارشاد کو بھی اختیار کرنا چاہیئے تھا کہ اگر مولانا شاہ عین الحق نے گراموفون سنا تو غلطی کی۔ وہ کوئی حجت نہیں اور اس کی یہ دلیل ہے۔

البتہ حضرت مدیر صدق کی جناب میں ایک مؤدبانہ گزارش ضرور کروں گا کہ یہ جملہ لکھنے کا صرف اسی وقت حق

پہنچتا ہے جب پہلے کتاب وسنت سے یہ ثابت ہو جائے کہ گراموفون سننا ناجائز ہے۔ از خود بغیر کسی دلیل کے پہلے ہی فرض کر لینا اور اس غلط بنیاد پر ایک صحیح عمارت کی تعمیر کرنا جزنلزم کا کمال تو کہا جا سکتا ہے لیکن یہ تقاضائے عدل کے مطابق نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ہم نے حضرت مولانا شاہ عین الحقؒ سے گراموفون سننے کا ذکر محض ایک واقعے کے طور پر بیان کیا تھا۔ اس سے کوئی شرعی حجت حاصل کرنے کا تو وہم بھی نہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ میں نے حضرت موصوف کو ایک دو بار نہیں بیسوں بار گراموفون سنتے دیکھا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے جانکی بائی الہ آباد کا ریکارڈ بار بار لگایا۔ اس کے ایک طرف تھا "ہمارے نبی آج دولہا بنے ہیں" اور دوسری طرف تھا "احمد پیارے درس دکھلائے جا" پھر مجھ سے فرمائش کی اس کی نقل تو اُتار د۔ میں نے لوٹے میں مُنہ ڈال کر اس کی ہو بہو نقل اُتار کر سنائی تو مجھے کچھ پیسے انعام میں دئے۔ اور میری اس نقالی کی شہرت ساری بستی میں ہو گئی۔ حضرت مرحوم کا یہ ذوق موسیقی ان کے تمام خانوادے میں صرف ان کی صاحبزادی کے حصّے میں بطور وراثت آیا تھا اور موسیقی میں میری اوّل اُستاد وہی تھیں بستی کی بڑی سے بڑی موسیقارہ بھی ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ ان مرحومہ کی سکھائی ہوئی بہت سی چیزیں مجھے اب تک یاد ہیں۔ مرحومہ جب حج کو گئیں تو اپنے تمام بچّوں کو ہمارے ہی ہاں چھوڑ گئی تھیں۔ اُنہوں نے خود بیان کیا کہ مدینۂ منورہ میں بھی اُنہوں نے ایک عرب موسیقارہ سے گھر کے تمام دروازے سعودی حکومت کے ڈر سے بند کر کے خوب گانے سُنے جو ایک کنستر بجا بجا کر اور رقص کر کر کے گا رہی تھی، اور مرحومہ کا بیان ہے کہ میں نے کسی گراموفون ریکارڈ میں اتنا اعلیٰ گانا نہیں سُنا۔ یہ روایت اُنہوں نے خود مجھ سے بیان کی۔ مرحومہ مسلک اہل حدیث پر بڑی سختی سے قائم تھیں۔ سخاوت اور زہد و اتقا اپنے باپ سے ورثے میں پایا تھا تلاوت قرآن کی بڑی پابند تھیں۔ بعض اوقات تو ایک ایک دن میں پورا ختم کر لیتی تھیں۔ ان کے اعلیٰ کردار کا میرے دل پر ہمیشہ اثر رہے گا۔

یہ سب واقعات ہیں، حقائق ہیں لیکن ان کو اس لئے درج نہیں کیا ہے کہ یہ میرے لئے حجت ہیں۔ اگر مولانا شاہ عین الحقؒ نے کبھی غنا نہ سنا ہو تو وہ میرے لئے کوئی حجت نہیں اور اگر مولانا شاہ سلیمانؒ ساری عمر قوالی سنتے رہے تو وہ بھی میرے لئے حجت نہیں۔ میرا مسلک اس قسم کی اندھی تقلید نہیں۔ سُن لیجئے کہ اگر اہل حدیثیت نام ہے کتاب وسنت سے براہِ راست استفادے کا، لطافتِ مزاج اور سلامت مذاق کا اور شخصیت پرستیوں اور فرقے پرستیوں کو ختم کر دینے کا تو میں سب سے پہلا اہلِ حدیث ہوں اور اگر یہ نام ہے شخصیت پرستی کا اپنی مخصوص جماعت کے افراد کی کورانہ تقلید کا خشکی، جمود اور کور ذوقی کا، صحیح روایات کو چھوڑ کر موضوع احادیث سے چمٹے رہنے کا، تو میں ازحق اور الارشاد دونوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ایسی اہلِ حدیثیت سے خدا انہیں بچائے۔ آمین بالجہر۔

(باقی آئندہ)